آسان عروض اور شاعری کی بنیادی باتیں

سبق۔۱۰

سرور عالم راز سرورؔ

۱۰۔۱ : تمہید

رودادِ بہارِ زندگانی کہئے افسانۂ عہدِ کامرانی کہئے
کس طرح کٹے گی رات ورنہ اے رازؔ بہتر ہے کوئی کہانی کہئے

(رازؔ چاندپوری)

زیرِنظر مضمون علم عروض پر مضامین کے اِس سلسلہ کے سبق۔۱۰ پر مشتمل ہے۔اب تک عروض کی ابتدائی باتیں، تقطیع کے بنیادی اصول، حروف کا اسقاط واسکان، اُردو میں مستعمل بحریں اوران کے زحافات وغیرہ پر مفصل گفتگو کی جا چکی ہے۔ان اسباق میں نفس مضمون پر اتنا مواد پیش کر دیا گیا ہے جو اس کے اصل مقصد یعنی اُردو شاعری میں مستعمل بحروں کے مفصل بیان ووضاحت کے لئے کافی ہے۔چنانچہ قارئین سے گزارش ہے کہ وہ پچھلے اسباق پر ایک نظر ڈال لیں اوران میں بیان کئے گئے بنیادی اوراہم نکات کو ذہن نشین کرلیں تا کہ اس قسط سے شروع ہونے والا سلسلہ سمجھنے اوراس کی مشق کرنے کے لئے وہ تیار ہوسکیں۔کامیاب تقطیع کے لئے مشق اور محنت دونوں ضروری ہیں۔یہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص عروض پر مضامین یا کوئی کتاب ایک نصابی ضرورت کی طرح صرف پڑھ لے اوراسے عروض پر تھوڑا بہت بھی عبور حاصل ہو جائے۔اِس :تھوڑے بہت عبور: کے لئے بھی بحروں کا مطالعہ، تقطیع کے اصولوں کی :طالب علمانہ: ورق گردانی اورایک کثیر تعداد میں اشعار کی تقطیع کی مشق، اس کے بعد خود احتسابی سے اپنے کام پر نظر ثانی کرنا اوراس کام میں اتنا وقت لگانا کہ تقطیع شاعر کی فطرت ثانیہ بن جائے اشد ضروری ہے۔یہ وہ منزل ہے جہاں پہنچ کر کسی شعر کو سنتے ہی شاعر کا ذہن ودماغ اس کی بحر اوروزن کی جانب خود بخود منتقل ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ یہ منزل علم عروض میں مہارت یا یدِ طولیٰ کے حصول کی دلیل نہیں ہے۔ہمارے محدود مقاصد کے لئے علم عروض پر مکمل عبور وقدرت یا استادانہ مہارت قطعی

ضروری نہیں ہے۔ ان مضامین کا بنیادی مقصد تو یہ ہے کہ ہم اشعار کی صحیح تقطیع کرنے لگیں، شاعری کی اہم تکنیکی غلطیوں سے آشنا ہو جائیں اور ان وسائل کے استعمال سے اپنی شاعری کو بہتر بنا سکیں۔

۲۔۱۰ : تقطیع بیان کرنے کا طریقہ

جب کسی مصرع کی تقطیع بیان کی جاتی ہے تو سب سے پہلے اُس کی بحر کا نام لکھتے ہیں۔ پھر یہ بتاتے ہیں کہ وہ بحر مثمّن (آٹھ رکنی) ہے یا مسدّس (چھ رکنی)۔ اگر بحر سالم ہے (یعنی اس کی تفعیل میں صرف اس کے بنیادی افاعیل استعمال کئے گئے ہیں) تو اِس کے بعد :سالم: لکھ دیتے ہیں۔ لیکن اگر بحر میں زحافات استعمال کئے گئے ہیں تو جس ترتیب سے وہ زحافات مصرع یا شعر میں آئے ہیں اُسی ترتیب سے تقطیع کے بیان میں ان کے نام لکھ دئے جاتے ہیں۔ اگر کسی شعر کے مصرعوں میں چار (۴) ارکان کے بجائے آٹھ (۸) یا تین (۳) کی جگہ چھ (۶) ارکان استعمال ہوں تو چونکہ اب افاعیل کی تعداد ہر جگہ دوگنی ہو گئی ہے اس لئے تقطیع میں لفظ :مضاعف: (یعنی دوگنی) لکھ کر بیان مکمل کر دیتے ہیں۔ نیچے اس کی تین مثالیں دی جاتی ہیں:

(۱) فعولن؛ فعولن؛ فعولن؛ فعولن: یہ بحر متقارب کی تفعیل ہے۔ جو شعر اس تفعیل پر پورا اُترے گا اس کی بحر کا بیان یوں ہوگا: بحر متقارب، مثمن، سالم۔

(۲) :فعولن: کا ایک زحاف :فَعَل: ہے جس کو :محذوف: کہا جاتا ہے۔ اگر کسی شعر کی تفعیل یوں ہے: فعولن؛ فعولن؛ فعولن؛ فَعَل تو اس کی بحر کا بیان ہوگا: بحر متقارب، مثمن، محذوف۔

(۳) اگر کسی شعر کی تفعیل ہے: فعولن؛ فعولن؛ فعولن؛ فعولن؛ فعولن؛ فعولن؛ فعولن؛ فعولن: (یعنی فعولن آٹھ بار) تو اس کو یوں بیان کیا جائے گا: بحر متقارب، مثمن، سالم، مضاعف۔

علیٰ ہٰذا القیاس!

۳۔۱۰ : بحروں کے بیان کا طریقہ

ان مضامین میں بحروں کی تفصیل کے بیان میں جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ درجِ ذیل ہے:

(۱) بحر کی تفعیل (یعنی افاعیل کے ذریعہ اس کے نقشہ کی شکل) لکھی جائے گی۔

(۲) بحر کے رکن یا ارکین کے زحافات درج کر دئے جائیں گے۔ ہر چند کہ ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے لیکن بحر پر

گفتگو کے دوران اگر یہ سامنے رہیں تو گفت وشنید میں آسانی ہو جائے گی۔

(۳) بحر کی سالم اور خاص خاص مزاحف شکلیں ترتیب واردی جائیں گی اور ان میں کہے گئے اشعار کی تقطیع کی جائے گی۔ تقطیع کو سمجھنے کے لئے اس کے بنیادی اصول کا ذہن میں رکھنا اشد ضروری ہے۔

(۴) تقطیع کی صورت یہ ہوگی کہ سب سے پہلے شعر لکھا جائے گا۔ پھر اس کے نیچے اُس کی: تقطیعی شکل: (یعنی وہ ملفوظی شکل جو تقطیع میں محسوب کی جائے گی) اس طرح لکھی جائے گی کہ اس کے مختلف ٹکڑوں کی تطبیق (مطابقت) اس کے نیچے لکھی گئی افاعیلی تقطیع سے ہو سکے۔

(۵) الفاظ کے اسقاط (گرانے، دبانے، ساقط کرنے)، اسکان (ساکن کرنے) یا ایسے ہی کسی اور تکنیکی نکتہ پر کوئی گفتگو نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ بحث اس سے قبل بہت تفصیل سے کی جا چکی ہے۔ صرف ایسے نکات کی وضاحت کی جائے گی جن کی ضرورت تقطیع کے وقت محسوس کی جائے گی۔

اب آیئے کام شروع کیا جائے:

آ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں ‏‏ ‏‏ نفسِ سوختہء شام و سحر تازہ کریں

(علامہ اقبالؔ)

بحر متقارب

متقارب۔۱: تفعیل

بحرِ متقارب کی تفعیل حسب ذیل ہے:

فَعُولُن ؛ فَعُولُن ؛ فَعُولُن ؛ فَعُولُن : (یعنی **فَعُولُن** چار بار)

متقارب۔۲: زِحافات

فَعُولُن کے آٹھ زحافات (بدلی ہوئی افاعیلی شکل) بتائے جاتے ہیں جو درجِ ذیل ہیں:

(۱) **فَعُولُ** (بضم لام)؛ (۲) **فَعلُن** (بہ سکون عین) (۳) **فَعُول** (بہ سکون لام)

(۴) **فَعَل** (بہ فتحِ عین) (۵) **فَعُولان** (۶) **فَعْل** (عین ساکن) (۷) **فَع**

(۸) **فَعْلَان** (بہ سکونِ عین) یا **فاعْ** (بہ سکونِ عین)

حاشیہ: یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ اُردو کے دیگر معاملات کی طرح علم عروض میں بھی علمائے عروض میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ظاہر ہے کہ جب آج تک یہی فیصلہ نہیں ہو سکا کہ اُردو کے حروف تہجی کی تعداد کتنی ہے تو عروض تو پھر بہت مشکل اور دقت طلب علم ہے۔فَعُولُن کے زحافات کی تعداد (یعنی آٹھ) پر تو ماہرین فن کا اتفاق ہے لیکن آٹھویں زحاف کی شکل میں اختلاف ہے۔مثال کے طور پر جناب واجد حسین یاس لکھنوی اسے اپنی کتاب :چراغِ سخن: میں :فَعْلَان: بتاتے ہیں اور ڈاکٹر جمال الدین جمالؔ اپنی تصنیف :تفہیم العروض: میں اس کو :فاعْ: لکھتے ہیں۔ زحاف بنانے کے جس عمل سے یہ دونوں صورتیں پیدا ہوتی ہیں، ظاہر ہے کہ دونوں ماہرین میں اس بارے میں بھی اتفاق نہیں ہے۔ ایک عام قاری کا اس منزل میں تذبذب کا شکار ہو جانا فطری بات ہے۔آخر اس اختلاف کی کیا وجہ ہے اور اِن میں سے کون صحیح ہے؟ ہم نے یہاں اِس زحاف کی دونوں صورتیں لکھ دی ہیں۔یہ ہمارا مقام نہیں ہے کہ ان ماہرین فن سے تعرض کیا جائے، کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے یا اپنی کوئی اجتہادی صورت الگ سے اختیار کی جائے۔واللہ اعلم!

متقارب۔۳: مزاحف بحریں اور ان کی تفاعیل ﴿یعنی افاعیلی نقشے﴾

بحر متقارب کی سالم شکلوں کے علاوہ اس کے بنیادی رکن :فعولُن: کے زِحافات کی شمولیت اور استعمال سے ایک کثیر تعداد میں افاعیلی نقشے بنائے جا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب اِس بحر کی مزاحف شکلیں ہوں گی۔ پھر ان مختلف افاعیلی نقشوں کو اگر ایک دوسرے سے مناسب صورتوں میں ملایا جائے تو مزید نقشے مرتب ہو سکتے ہیں۔ڈاکٹر جمال الدین جمال نے :تفہیم العروض: میں ایسے نقشوں سے مفصل بحث کی ہے اور ان کی تعداد سیکڑوں میں بتائی ہے۔زیر نظر مضامین میں (خصوصاً ہمارے محدود مقاصد کے پیش نظر) نہ تو ان سب نقشوں کا احاطہ ممکن ہے اور نہ ہی ضروری۔یہاں مثال کے طور پر صرف اٹھارہ (۱۸) نقشے دئے جا رہے ہیں۔بعد میں مختلف اشعار کی تقطیع میں اور بھی چند نقشے حسب ضرورت شامل کئے جائیں گے۔ ان سے قارئین کو مضمون کی وسعت اور

پیچیدگی کا تھوڑا بہت اندازہ ہو سکے گا۔

(۱) متقارب مثمن (آٹھ رکنی) سالم : فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن

(۲) متقارب مسدس (چھ رکنی) سالم : فعُولن؛فعُولن؛فعُولن

(۳) متقارب معشّر (دس رکنی) سالم : فعُولن؛ فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن

(۴) متقارب دوازدہم (بارہ رکنی) سالم: فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن

(۵) متقارب چہاردہم (چودہ رکنی) سالم: فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن

(۶) متقارب شانزدہم (سولہ رکنی) سالم: فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن

(۷) متقارب مثمن محذوف: فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعَل

(۸) متقارب مسدس محذوف: فعُولن؛فعُولن؛فعَل

(۹) متقارب مثمن مقصور: فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُول

(۱۰) متقارب مسدس مقصور: فعُولن؛فعُولن؛فعُول

(۱۱) متقارب مثمن اثلم محذوف: فعلُن ؛فعُولن ؛فعُولن ؛فعَل

(۱۲) متقارب مثمن اثلم مقصور: فعلُن ؛فعُولن ؛فعُولن ؛فعُول

(۱۳) متقارب معشر محذوف: فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعَل

(۱۴) متقارب معشر مقصور: فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُولن؛فعُول

(۱۵) متقارب مثمن اثلم سالم: فعلُن؛فعُولن؛فعلُن؛فعُولن ۔۔یا۔۔: فعلُن؛فعُولان؛فعلُن؛فعُولن

(۱۶) متقارب مثمن اثرم سالم: فعلُن؛فعُولن؛فعلُ؛فعُولن ۔۔یا۔۔ فعلُ؛فعُولن؛فعلُن؛فعلُن

(۱۷) متقارب مثمن اثلم: فعلُن؛ فعلُن؛ فعلُن؛ فعلُن

(۱۸) متقارب مثمن اثرم محذوف مضاعف: فعلُ؛فعُولن؛فعلُ؛فعلُ؛ فعلُ؛فعُولن؛فعلُ؛فعلُ

انھیں نقشوں پر اگر آپ قیاس کریں تو سیکڑوں مزید نقشے مرتب ہو سکتے ہیں جن میں اشعار کہے جا سکتے ہیں۔اور ان میں سے ہر نقشہ بحر متقارب کی ہی ایک شکل ہوگا۔غور سے دیکھیں تو ان سب نقشوں میں جو عنصر

صاف نمایاں ہے وہ :روانی: ہے۔یعنی ان نقشوں کی ادائیگی میں زبان کہیں بھی نہ تو لڑکھڑاتی ہے اور نہ تکلف کرتی ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اُردو شاعری میں مصرعوں کا :رَواں دَواں: ہونا ضروری ہے۔ اس شرط میں ایک ہی استثنائی صورت ہے جو :تسکینِ اوسط: کے استعمال سے پیدا ہوسکتی ہے۔یوں تو اُردو شاعری میں :تسکینِ اوسط: شاذ و نادر ہی استعمال کیا گیا ہے لیکن اِتمام حجت اور تکمیل بحث کے لئے اس پر مختصر گفتگو آئندہ کسی مضمون میں کی جائے گی۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بحرِ متقارب (یا کسی اور بحر) کی مزاحف شکلوں میں کچھ ایسی بھی ہیں جو آپس میں ایک ہی شعر میں ملائی جا سکیں؟ مثال کے طور پر بحرِ متقارب کی تفعیل (۱۱) اور تفعیل (۱۲) یوں ہیں:

(۱۱) متقارب مثمن اثلم محذوف: فَعلُن ؛فَعُولُن ؛فَعُولُن ؛فَعَل

(۱۲) متقارب مثمن اثلم مقصور: فَعلُن ؛فَعُولُن ؛فَعُولُن ؛فَعُول

تو کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک شعر کا ایک مصرع تفعیل (۱۱) کا ہو اور دوسرا تفعیل (۱۲) کا؟یعنی اس صورت میں شعر کی افاعیلی شکل یوں ہوگی:

فَعلُن ؛ فَعُولُن ؛ فَعُولُن ؛ فَعَل　　فَعلُن ؛ فَعُولُن ؛ فَعُولُن ؛ فَعُول

اس سوال کا جواب اثبات میں ہے یعنی: جی ہاں !ایسا ہوسکتا ہے:۔اسی قبیل کی اور تفاعیل بھی موجود ہیں۔اِس مضمون میں آگے چل کر تقطیع کی جو مثالیں دی جا رہی ہیں ان میں ایسی چند شکلیں نظر آئیں گی۔ایسی سب امکانی شکلوں کا احاطہ یہاں کسی طرح ممکن نہیں ہے۔عام طور سے شاعر کا ذوق سلیم اور شاعرانہ اہلیت اس کو خود ہی ایسے امکانات سے روشناس کرا دیتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح کر دینا مناسب ہے کہ ایسی غزل میں جو کسی مخصوص بحر میں نظم کی گئی ہو کوئی ایسا زحاف استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے جو اُس بحر کے بنیادی ارکان کا زِحاف نہ ہو۔مثال کے طور پر :فَعُولُن: کا کوئی زحاف :فَعِلاتُن: نہیں ہے اس لئے بحرِ متقارب کی کسی غزل کو اس طرح تقطیع کرنا کہ اس میں :فَعِلاتُن: محسوب کیا جائے غلط ہوگا۔بحرِ متقارب میں صرف فَعُولُن اور اس کے مذکورۂ بالا مختلف زحافات ہی استعمال ہو سکتے ہیں۔کبھی کبھی کسی شعر کی تفعیل کو کئی مختلف افاعیلی نقشوں سے ظاہر کرنا ممکن ہوتا ہے۔اس صورت میں صرف ایک

تفعیل ہی :سکہ بند: یا صحیح ہوتی ہے، دوسری ساری تفاعیل :خانہ ساز: اور مصنوعی ہوتی ہیں اور مختصر سے تجزیہ سے اہلِ علم پر ان کا بہروپ ظاہر ہو جاتا ہے۔ ایسی تقطیع کو :غیر حقیقی: تقطیع کہا جاتا ہے۔ آئندہ کسی موقع سے ان مضامین میں :حقیقی اور غیر حقیقی: تقطیع پر روشنی ڈالی جائے گی۔

متقارب۔۴ : بحرِ متقارب کے اشعار کی تقطیع

اس باب میں بحرِ متقارب کے متعدد اشعار پیش کئے جائیں گے اور ان کی تقطیع مذکورہ بالا اُصولوں کی بنیاد پر کی جائے گی۔ تقطیع میں مہارت حاصل کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے مشق! بغیر مشق کئے تقطیع کے اس مقام تک پہنچنا ممکن نہیں ہے جہاں شعر سنتے ہی اس کی صحیح بحر اور تفعیل ذہن میں خود بخود آ جائے۔ تقطیع کرتے ہوئے یہ بات مستقل سامنے رہنی چاہئے کہ تقطیع ملفوظی ہوتی ہے یعنی شعر کی افاعیلی شکل وہی ہوتی ہے جس طرح شعر کو زبان سے اَدا کیا جاتا ہے، نیز حروف کے اسقاط و اسکان کے اصول بھی قاری پر واضح ہونے چاہئیں۔ اِسی وجہ سے اگر شروع شروع میں نیچے دی ہوئی مثالوں میں اشعار کی وہ تقطیعی شکلیں جو شعروں کے نیچے لکھ دی گئی ہیں بہ یک نگاہ غیر مانوس اور عجیب سی معلوم ہوں تو یہ حیرت کا مقام نہیں ہے۔ خود مشق کرنے سے ان کی افادیت اور ضرورت واضح ہو جائیں گی۔

---

(۱) جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں (غالبؔ) خراماں خراماں اِرم دیکھتے ہیں

جَہاتے؛ رَنقشے؛ قَدَم دے؛ کَ تے ہے خِراما؛ خِراما؛ اِرَم دے؛ کَ تے ہے

فعُولُن ؛ فعُولُن؛ فعُولُن؛ فعُولُن فعُولُن؛ فعُولُن؛ فعُولُن؛ فعُولُن

(۲) یہ دیوانہ پن اک بہانہ تھا شادؔاں (شادؔ) پھراتی ہمیں جستجو تھی کسی کی

یِ دیوا؛ نَ پَن اِک؛ بَہانا؛ تا؛ شادا پِراتی؛ ہَ مے جُس: تجُوتی: کِسی کی

فعُولُن ؛ فعُولُن؛ فعُولُن؛ فعُولُن فعُولُن؛ فعُولُن؛ فعُولُن؛ فعُولُن

(۳) ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں (اقبالؔ) ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

سِ تارو؛ سِ ااگے؛ جَ ہاَاَو: رَبی ہے اَبی عِش؛ قَ کے اِم: تِ حااَو؛ رَبی ہے

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن

(۴) زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا (صفی لکھنوی) ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

زَمانا؛ بَڑے شَو؛ قِ سے سُن؛ رَ ہا تا ہَ می سو؛ گَ ئے دا: سَ تا کہ: تِ کہ تے

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن

(۵) ہمہ نا اُمیدی ، ہمہ بد گمانی (غالبؔ) میں دل ہوں فریبِ وفا خوردگاں کا

ہَ مانا؛ اُمیدی؛ ہَ مابَد؛ گُ مانی مَ دِل ہو؛ فَ ر ے بے؛ وَفا خور: دَ گا کا

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن

(۶) اسدؔ شکوہ کفر و دُعا ناسپاسی (غالبؔ) ہجومِ تمنا سے لاچار ہیں ہم

اَسدشِک: وَکُفرو؛ دُعانا: سِ پاسی ہُ جومے؛ تَ من نا؛ سِ لاچا؛ رَ ہے ہم

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن

(۷) رہا گر کوئی تا قیامت سلامت (غالبؔ) پھر اِک روز مرنا ہے حضرت سلامت

رَہا گر؛ کُ ئی تا؛ قِ یامَت؛ سَ لامَت پ رِک رو: زَ مرنا؛ ہِ حضرت؛ سَ لامت

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن

(۸) تماشے کی شکلیں نہاں ہوگئی ہیں (مصحفی) بہاریں بہت یاں خزاں ہوگئی ہیں

تَ ماشے؛ کِ شک لے؛ نِ ہا ہو؛ گَ ئی ہے بَ ہارے؛ بُ ہت یا؛ خِ زا ہو؛ گَ ئی ہے

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن

(۹) گدا دستِ اہلِ کرم دیکھتے ہیں (سوداؔ) ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں

گَ دا دَس؛ تِ اہ لے؛ کَ رَم دے؛ کَ تے ہے ہَ مپنا؛ ہِ دَم اُر؛ قَ دَم دے؛ کَ تے ہے

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن

(۱۰) توانا جو تھے ہوگئے کب کے راہی (مصحفی) ہم اِک رہ گئے ناتوانوں میں باقی

تَ وانا؛ جُ تے ہو؛ گَ ئے کب؛ کِ راہی ہَ مِک رہ؛ گَ ئے نا؛ تَ وانو؛ مِ باقی

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن

(۱۱) ہمیں دَیر و کعبہ سے کیا گفتگو ہے (میرؔ) چلی جاتی ہیں یہ سنانے کی باتیں

ہَ مے دَ ے: رُکعبہ؛ سِ کا گُف: تُ گو ہے چَ لی جا؛ تِ ہے یہ؛ سُ نا نے؛ کِ با تے

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن

(۱۲) سدا عیش دَوراں دِکھاتا نہیں (میرحسنؔ) گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

سَ دا ع؛ شِ دَورا؛ دِکا تا؛ نَ ئی گَ یا وَق؛ تَ پِر ہا؛ تَ اا تا؛ نَ ئی

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل

(۱۳) زُنّار ڈالا تسبیح پھینکی (آتشؔ) عشقِ صنم میں اللہ بھولا

زُن نا؛ رَڈالا؛ تَس بی؛ حَ پے کی عِش قے؛ صَ نَم مے؛ اَل لا؛ ہَ بولا

فَعلُن ؛فَعُولُن؛ فَعلُن؛ فَعُولُن فَعلُن؛ فَعُولُن؛ فَعلُن؛ فَعُولُن

(۱۴) فقیرانہ آئے صدا کر چلے (میرؔ) میاں خوش رَہو ہم دُعا کر چلے

فَ قی را؛ نَ اا ئے؛ صَ دا کر: چَ لے مِ یاں خُش؛ رَہو؛ ہَم؛ دُعا کر: چَ لے

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل

(۱۵) زمانے کے انداز بدلے گئے (اقبالؔ) نیا راگ ہے ساز بدلے گئے

زَمانے؛ کِ اَندا: زَ بَدلے؛ گَ ئے نَ یارا؛ گَ ہے سا: زَ بدلے؛ گَ ئے

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل

(۱۶) گیا دَورِ سرمایہ داری گیا (اقبالؔ) تماشا دِکھا کر مداری گیا

گَ یا دَو؛ رِ سرما؛ یَ داری؛ گَ یا تَ ماشا؛ دِکا کر؛ مَ داری؛ گَ یا

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل

(۱۷) لایا ہے دل پر کتنی خرابی (حسرتؔ موہانی) اے یار تیرا حسنِ شرابی

لایا؛ ہِ دِل پر؛ کِت نی؛ خَ رابی اے یا؛ رَ تے را؛ حُس نے؛ شَ را بی

فَعلُن ؛فَعولُن ؛ فَعلُن ؛ فَعولُن   فَعلُن ؛فَعولُن ؛ فَعلُن ؛ فَعولُن

(۱۸) اشکِ چکیدہ، رنگِ پریدہ (غالبؔ) ہر طرح ہوں میں از خود رَسیدہ

اَش کے؛ چَ کی دَہ؛ رَگ گے؛ پَ ری دہ   ہَرطَر: حَ ہوے ؛ اَزخُد: رَسی دَہ

فَعلُن؛ فَعولُن؛ فَعلُن؛ فَعولُن   فَعلُن؛ فَعولُن؛ فَعلُن؛ فَعولُن

(۱۹) دَمِ واپسیں بر سر راہ ہے (غالبؔ) عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے

دَمے وا: پَ سی بر؛ سَ رے را: ہَ ہے   عَ زیزو؛ اَبَل لا؛ ہِ اَ لا؛ ہَ ہے

فَعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل   فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل

(۲۰) سر آغازِ موسم میں اندھے ہیں ہم (غالبؔ) کہ دلّی کو چھوڑیں، لوہارو کو جائیں

سَ راغا؛ زِ موسَم؛ مِ اَندے؛ ہِ ہم   کِ دِل لی؛ کُ چوڑے؛لُ ہارو: کُ جائے

فَعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل   فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُول

(۲۱) کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات (میرؔ) کلی نے یہ سن کر تبسم کیا

کَ ہامے؛ نِ کِت نا؛ ہِ گل کا: ثَ بات   کَ لی نے؛ یِ سن کر؛ تَ بَس سُم؛ کِ یا

فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُول   فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل

(۲۲) دَہن یار کا دیکھ چپ لگ گئی (میرؔ) سخن یاں ہوا ختم حاصل کلام

دَہن یا: رَکادے: کَ چپ لگ؛ گَ ئی   سُ خن یا: ہُ واخت؛ مَ حاصل؛ کَ لام

فَعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل   فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُول

(۲۳) تیری جو یاد اَے دلخواہ بھولا (آتش لکھنوی) باللہ بھولا، واللہ بھولا

تے ری؛ جُ یادَے؛ دِل خا؛ ہَ بولا   بِل لا؛ ہُ بولا؛ وَل لا؛ ہَ بولا

فَعلُن؛ فَعُولُن؛ فَعلُن؛ فَعُولُن   فَعلُن؛ فَعُولُن؛ فَعلُن؛ فَعُولُن

(۲۴) جہاں تک گیا کاروانِ خیال (انجم رومانی) نہ تھا کچھ بجز حسرتِ پائمال

جَ ہاتک؛ گَ یا کا؛ رَوانے؛ خَ یال   نَ تا کُچ؛ بَ جُزحَس؛ رَتے پا؛ ءِمال

فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُول   فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُول

(۲۵) سنا حالِ دل پر کیا کچھ نہیں (آثرؔ لکھنوی) مگر کان دھر کر سنا کچھ نہیں

سُ ناحا؛ لِ دِل پر: کِ یا کُچ؛ نَ ہی   مگر کا؛ نَ دَر کر؛ سُ نا کُچ؛ نَ ہی

فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل   فعُولُن ؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعَل

(۲۶) چلنا ہے تو جلدی چل (محمودؔ راز) آج نہ جائے کل پر ٹل

چَل نا؛ ہےتو؛ جل دِی: چَل   آ جَ نَ؛ جائے؛ کل پَر؛ ٹل

فَعلُن؛ فَعلُن؛ فَعلُن؛ فع   فَعِلُن؛ فَعلُن؛ فَعلُن؛ فَع

(۲۷) تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکُشی کرے گی

تُ مارِ؛ تہ ذی؛ بَ اَپ نِ؛ خَن جَر؛ سِ ااپَ؛ ہی خُد؛ کُ شی کَ؛ رے گی

فَعُولُ؛ فَعلُن؛ فَعُولُ؛ فَعلُن؛ فَعُولُ؛ فَعلُن؛ فَعُولُ؛ فَعلُن

جو شاخِ نازُک پہ آشیانہ بنے گا نا پائدار ہوگا (اقبالؔ)

جُ شاخِ: نازُک؛ پِ اشِ ؛ یانا؛ بَ نے گَ: ناپا؛ ءِدارَ؛ ہوگا

فَعُولُ؛ فَعلُن؛ فَعُولُ؛ فَعلُن؛ فَعُولُ؛ فَعلُن؛ فَعُولُ؛ فَعلُن

(۲۸) قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر

قَ ریبَ؛ ہےیا؛ رُروزِ؛ مَحْ شر؛ چُ پے گَ؛ کُش تو؛ کَ خونَ؛ کوکر

فَعُولُ؛ فَعلُن؛ فَعُولُ؛ فَعلُن؛ فَعُولُ؛ فَعلُن؛ فَعُولُ؛ فَعلُن

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا (امیرؔ مینائی)

جُ چُپ رَ؛ ہےگی؛ زَبانِ؛ خَن جَر؛ لَ ہوپُ؛ کارے؛ گَ ااسَ؛ تی کا

فَعُولُ؛ فَعلُن؛ فَعُولُ؛ فَعلُن؛ فَعُولُ؛ فَعلُن؛ فَعُولُ؛ فَعلُن

(۲۹) خدا کے لئے یوں شبِ ماہ میں تم نہ نکلا کرو گھر سے باہر اکیلے

خُ دا کے؛ لِ ئے یو؛ شَ بے ما؛ ہَ مے تُم؛ نَ نِک لا؛ کَ روگر؛ سِ باہر؛ اَ کے لے

فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن

کہیں ہو نہ جائیں تصدق ستارے کہیں چاند رُخ کی بلائیں نہ لے لے

کَ ہی ہو؛ نَ جائے؛ تَ صدُق؛ سِ تارے؛کَ ہی چا؛ دَرُخ کی؛ بَ لائے؛ نَ لے لے

فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن؛ فَعُولُن

(ریاضؔ گوالیاری)

(۳۰) لڑا دے آنکھیں وہ بے حجابی کہ پھر پلک سے پلک نہ مارے

لَ ڑادِ؛ اا کھے؛ وُ بےحِ؛ جابی؛ کَ پِرپَ؛ لَک سے؛ پَلک نَ؛ مارے

فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن

نظر جو نیچی کرے تو گویا کھلا سراپا چمن حیا کا (نظیرؔ اکبرآبادی)

نَ ظرجُ؛ نی چی؛ کَ رےتُ؛ گو یا؛ کُ لاسَ؛ راپا؛ چَ من حَ؛ یا کا

فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن

(۳۱) تری جو پازیب، سر کا جھومر، زمیں پہ گوہر، فلک پہ اختر

تِ ری جُ؛ پازے؛ بَ سرکَ؛ جومر؛ زَ می پِ؛ گوہر؛ فَ لک پِ؛ اَخ تر

فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن

ہوئے ہیں جلوہ نما چمک کر، زمیں پہ گوہر، فلک پہ اختر (بہادر شاہ ظفرؔ)

ہُ ئےہِ؛ جَل وَہ؛ نُ ماچَ؛ مک کر؛ زَ می پِ؛ گوہر؛ فَ لک پِ؛ اَخ تر

فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن

(۳۲) ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

ڈُوڈو؛ گےاَگر؛ مُل کو: مُل کو: مِل نے؛ کِ نَ ہی؛ نایا؛ بَ ہِ ہم

فَعلُن؛ فَعِلُن؛ فَعلُن؛ فَعلُن؛ فَعلُن؛ فَعِلُن؛ فَعلُن؛ فَعِلُن

تعبیر ہے جس کی حسرت و غم، اے ہمنفسو وہ خواب ہیں ہم (شادؔ عظیم آبادی)

تَع بی؛ رَہِ جس؛ کی حَس؛ رَتُ غم؛ اے ہم: نَ فسو؛ وُہ خا؛ بَ ہِ ہم
فعلُن؛ فَعِلُن؛ فعلُن؛ فَعِلُن؛ فعلُن؛ فَعِلُن؛ فعلُن؛ فَعِلُن

(۳۳) نفس نفس سر بسر پریشاں ، نظر نظر اِضطراب میں ہے
نَ فَس نَ؛ فَس سر؛ بَ سرپَ؛ رے شا؛ نَ ظر نَ؛ ظر اِض؛ طِ راب؛ مے ہے
فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن

مگر وہ تصویرِ حسن معنی، نقاب میں تھی، نقاب میں ہے (سرور راز سرورؔ)
مَ گرُوہ؛ تَص وی: رِحُس نِ؛ مَع نا؛ نِ قاب؛ مے تی؛ نِ قاب؛ مے ہے
فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن؛ فَعُولُ؛ فعلُن

(۳۴) گلی گلی کی ٹھوکر کھائی کب سے خوار و پریشاں ہیں
گَ لی؛ گَ لی کی؛ ٹوکر؛ کائی؛ کب سے؛ خارو؛ پَ ریشا؛ ہے
فعَل؛ فَعُولُن؛ فعلُن؛ فعلُن؛ فعلُن؛ فعلُ؛ فَعُولُن؛ فَع

یاں اپنا ہی ہوش نہیں ہے کس کو چاہ کے ارماں ہیں (خلیل الرحمٰن اعظمی)
یا اَپ؛ نا ہی؛ ہوشَ؛ نَ ہی ہے؛ کِس کو؛ چاہَ؛ کِ اَرما؛ ہے
فعلُن؛ فعلُن؛ فعلُ؛ فَعُولُن؛ فعلُن؛ فعلُ؛ فَعُولُن؛ فَع

(۳۵) دنیا میری بلا جانے مہنگی ہے یا ستی ہے
دُن یا: مے رِ؛ بَ لا جا؛ نے؛ مہ گی؛ ہے یا؛ سَس تی: ہے
فعلُن؛ فعلُ؛ فَعُولُن؛ فَع؛ فعلُن؛ فعلُن؛ فعلُن؛ فَع

موت ملے تو مفت نہ لوں ہستی کی کیا ہستی ہے (فانیؔ بدایونی)
موتَ؛ مِ لے تو؛ مُفتَ؛ نَ لو؛ ہَستی؛ کی کا؛ ہَستی؛ ہے
فعلُ؛ فَعُولُن؛ فعلُ؛ فعَل؛ فعلُن؛ فعلُن؛ فعلُن؛ فَع

(۳۶) جگ سونا ہے تیرے بغیر آنکھوں کا کیا حال ہوا

جَگ سو؛ نا ہے؛ تے رِ؛ بَ غیر؛ ااکو ؛ کا کا؛ حالَ ؛ ہُ وا
فَعلُن؛ فَعلُن؛ فَعلُ؛ فَعُول؛ فَعلُن؛ فَعلُن؛ فَعلُ؛ فَعَل

جب بھی دنیا بستی تھی اب بھی دنیا بستی ہے (فانؔی بدایونی)
جَب بی؛ دُنیا؛ بَستی؛ تی؛ اَب بی؛ دُنیا؛ بَستی؛ ہے
فَعلُن؛ فَعلُن؛ فَعلُن؛ فَع؛ فَعلُن؛ فَعلُن؛ فَعلُن؛ فَع

(۳۷) جلوہء عشق حقیقت تھا حسنِ مجاز بہانہ تھا
جَل وَ؛ عِشقَ؛ حَقیقت؛ تا؛ حُس نِ؛ مَ جازَ؛ بَ ہانا؛ تا
فَعلُ؛ فَعُولُ؛ فَعُولُن؛ فَع؛ فَعلُ؛ فَعُولُ؛ فَعُولُن؛ فَع

شمع جسے ہم سمجھے تھے شمع نہ تھی پروانہ تھا (فانؔی بدایونی)
شَمعَ؛ جِ سے ہم: سَم جے؛ تے؛ شَمع ُ؛ نَ تی پَر: وا نا؛ تا
فَعلُ؛ فَعُولُن؛ فَعلُن؛ فَع؛ فَعلُ؛ فَعُولُن؛ فَعلُن؛ فَع

(۳۸) دل جو اُسے ہم دیتے ہیں، ناصح کا کیا لیتے ہیں
دِل جُ؛ اُسے ہم؛ دیتے؛ ہے؛ ناصح؛ کا کا؛ لے تے؛ ہے
فَعلُ؛ فَعُولُن؛ فَعلُن؛ فَع؛ فَعلُن؛ فَعلُن؛ فَعلُن؛ فَع

چیز ہماری جاتی ہے، یہ کیوں شور مچاتا ہے (مداؔح پھپوندوی)
چی زَ؛ ہَ ماری؛ جاتی؛ ہے؛ یِہ کو: شورَ؛ مَ چاتا؛ ہے
فَعلُ؛ فَعُولُن؛ فَعلُن؛ فَع؛ فَعلُن؛ فَعلُ؛ فَعُولُن؛ فَع

اختتامیہ: ان مضامین میں امکانی کوشش کی گئی ہے کہ کوئی فاش قسم کی غلطی نہ دَر آئے۔ غلطی کا امکان ہمیشہ ہی رہا کرتا ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ اگر اُن کو کوئی غلطی یا اشکال نظر آئے تو اس کی نشان دہی کر دیں تا کہ اس کا مناسب اور بروقت ازالہ کیا جا سکے۔ شکریہ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆